THE

SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, October 28, 2013
(98th Session)
Volume X, No.01
(Nos.01-10)

CONTENTS

Pages

1.	Recitation from the Holy Quran...……….....….......................................	1
2.	Panel of Presiding Officers………………………………………………	2
3.	Pray for the victims of Earthquake and Terrorism………………………	2
4.	Leave of Absence………………………………………………………..	3
5.	Point of Order Regarding the presence of Ministers……………...…….	4
6.	Presentation of Standing Committee's Report on Foreign Affairs …….	5
7.	Points of Order:	
	i) Kidnapping of Mr. Arbab Abdul Zahar Kasi and walk-out of Opposition members……………………………………………………	5-9
	ii) Karachi Operation. …………………………………………………	10
	iii) Kidnapping of Doctors from Quetta………………………………..	11
	v) Stoppage of Salaries of Steel Mills Employees……………………..	12-16
	vi) Amendment Proposed in the Rule 243……………………………..	17-19
8.	Legislative Business:	
	i) Introduction of Bill for Amendment in the Emigration Ordinance, 1979…...…………………………………………………....	20
9.	Commenced Motions:	
	i) Payment of compensation Land in Nowshera………..………………	21-26
	ii) Appointment of Judges in superior courts…………………………...…	27-41

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume X SP. X (01)/2013

No.01 15

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, October 28, 2013

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty three minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۔ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۔ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔

ترجمہ: سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم۔ اور چاند کی قسم جب وہ سورج کی پیروی کرے (یعنی اس کی روشنی چمکے)۔ اور دن کی قسم جب وہ سورج کو ظاہر کرے (یعنی اسے روشن دکھائے)۔ اور رات کی قسم جب وہ سورج کو (زمین کی ایک سمت سے) ڈھانپ لے۔ اور آسمان کی قسم اور اس (قوت) کی قسم جس نے اسے (اذن الٰہی سے ایک وسیع کائنات کی شکل میں) تعمیر کیا۔ اور زمین کی قسم اور اس (قوت) کی قسم جو اسے (امر الٰہی سے سورج سے کھینچ دور) لے گئی۔ اور انسانی جان کی قسم اور اسے ہمہ پہلو توازن و درستگی دینے والے کی قسم۔ پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور پرہیز گاری (کی تمیز) سمجھا دی۔ بیشک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو و نما کی)۔ اور بیشک وہ شخص نامراد ہو گیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)۔

سورۃ الشمس (آیات 1 تا 10)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کریم خواجہ صاحب! آپ مجھے Panel of Presiding Officers کو announce کرنے دیں، میں آپ سے request کر رہا ہوں۔

Today we had a Business Advisory Meeting and certain issues were decided over there, those would be announced later on before that I move on to Item No.1-A.

Panel of Presiding Officers

In pursuance of sub-Rule 1 of Rule 14 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, I nominate the following members in order of precedence to form a panel of Presiding Officers for the 98th Session of the Senate of Pakistan.

1. Senator Malik Muhammad Rafiq Rajwana.
2. Senator Ahmad Hasan.
3. Senator Nuzhat Sadiq.

جی کریم خواجہ صاحب! آپ فرمائیں۔

Pray for the Victims of Earthquake and Terrorism

سینیٹر کریم احمد خواجہ: جناب! بلوچستان میں زلزلہ آیا تھا، اس کے بعد اب ہمارا اجلاس ہو رہا ہے تو میری request ہے کہ اس زلزلے میں جو افراد فوت ہوئے ہیں، ان کے لئے فاتحہ کرائی جائے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میرا خیال ہے کہ جو لوگ دہشت گردی کے حوالے سے شہید ہوئے ہیں، ان کے لئے بھی مشترکہ فاتحہ کرائی جائے۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے کہ فاتحہ کے ساتھ ساتھ اگر آپ کوئی joint resolution بنانا چاہتے ہیں تو آپ Leader of the House سے بھی discuss کر لیں کیونکہ یہ issue discuss بھی ہو گا۔ بلوچستان کے زلزلے کے deceased اور پشاور کے incident میں جو لوگ شہید ہوئے ہیں، ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ جی مولانا عبدالغفور حیدری صاحب دعا کرائیں۔

(اس موقع پر ایوان میں فاتحہ خوانی کی گئی)

Mr. Chairman: As I have mentioned earlier that certain decisions have been taken in the Business Advisory Committee, I would like to announce all those decisions for the information of all Members in the House. During this Session Foreign Policy of the Government including visit of Prime Minister to USA and National Security would be discussed. Then price hike, economic issue, an agreement with IMF and privatization of the state owned enterprises that would be taken up, law and order, talks with Taliban, action by Federal Government under Article−6, Balochistan situation and earthquake related issues including missing persons. Khyber Pukhtunkhwa law and dengue related issues. These are the issues to be discussed during the Session. We move on to leave applications

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب سردار فتح محمد حسنی صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 97th اجلاس کے دوران مورخہ 23 اور 26 اگست کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: چوہدری شجاعت حسین صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 91st اور 97th اجلاسوں کے دوران مورخہ 7 تا 14 مارچ، 15 تا 19 اپریل، 2 تا 12 مئی، 21 جون، 29 جولائی، 26, 22, 21 تا 30 اگست اجلاسوں میں شرکت نہیں کر سکے۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: مفتی عبدالستار صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 29 اکتوبر تا یکم نومبر کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب کامران مائیکل صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ ناسازی طبیعت کی بنا پر آج مورخہ 28 اکتوبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ We move on to item No. 2. Yes, Leader of the Opposition.

Point of Order Regarding the Presence of Hon. Ministers

سینیٹر اعتزاز احسن (قائد حزب اختلاف): میں وضاحت کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ جب فرما رہے تھے تو یہ بھی فرما دیتے کہ معزز قائد ایوان نے ایوان کو یہ بتانا ہے کہ کونسے دن کونسے وزیر available ہوں گے، اگر یہ ہمیں شام تک بتا دیں تو پھر وہ دن allocate ہو سکتے ہیں۔ سرتاج عزیز صاحب، چوہدری نثار علی خان صاحب اور اسحٰق ڈار صاحب سے متعلق major business conduct ہونا ہے، اگر یہ آج بتا دیں گے تو ہمیں پتا چل جائے گا کہ کل کونسا topic لیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: جی اعتزاز احسن صاحب! آپ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ یہ ذمہ داری قائد ایوان نے لی تھی کہ جو Ministry concerned کے issues ہیں، وہ relevant Minister سے coordinate کر کے intimate کریں گے تاکہ وہ days fix ہو سکیں کہ ان issues پر ایوان میں discussion ہو سکتی ہے۔

Thank you. We move on to Item No. 2, Senator Haji Muhammad Adeel may move Item No. 2.

Presentation of Standing Committee's Report on Foreign Affairs

Senator Haji Muhammad Adeel: Thank you, Mr. Chairman! I present the report of the Senate Standing Committee on Foreign Affairs, Kashmir Affairs and Gilgit Baltistan regarding the visit of incoming delegations from China and Poland. A delegation of the Foreign Committee of Chinese People Political Consultative Conference led by Committee Chairman visited Pakistan on my request. Polish delegation led by Marshal of the Senate of the Poland visited Pakistan on the invitation of the Chairman Senate of Pakistan.

Mr. Chairman: Report stands presented.

آپ اس پر طے کر لیں کہ پہلے business لینا ہے کہ points of order لینے ہیں۔ جی زاہد خان صاحب۔

Points of Order

Kidnapping of Mr. Arbab Abdul Zahir Kasi and Walk-out of Opposition Members.

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ، جناب چیئرمین صاحب۔ جناب چیئرمین! آپ کو جس طرح علم ہے کہ بلوچستان سے ہمارے ANP کے سابق صدر ارباب عبدالظاہر کاسی صاحب کو اغوا کیا گیا۔ اس کے بعد ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد پولیس کو اطلاع بھی دی گئی اور وہ گھر سے چند قدم کے فاصلے سے اغوا ہوئے ہیں، پولیس نے کہا کہ ہم نے سارے roads block کر دیئے ہیں لیکن ان کی تاحال کوئی

اطلاع نہیں ہے کہ وہ کہاں پر ہیں۔ جناب! میں اس پر ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں کہ اس دن ہم پانچ سینیٹرز service centre میں بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے ساتھ مسلم لیگ کے سینیٹرز بیٹھے ہوئے تھے اور (ق) لیگ کے بھی سینیٹرز بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا کہ چوہدری نثار صاحب سے کسی طرح رابطہ کریں تا کہ ہمارا delegation ان سے اس مسئلے پر بات کرے۔ ہم نے ان کے دفتر کئی بار ٹیلیفون کیا، دفتر والے کہتے تھے کہ وہ meeting میں ہیں۔ جب بھی ٹیلیفون کریں تو وہ meeting میں ہیں۔ آپ یقین کریں کہ انہوں نے آج تک ہمیں کوئی response نہیں دیا کہ آپ نے مجھ سے کس مسئلے پر ملنا تھا، کیا صورت حال ہے۔ آپ کے وزیر داخلہ کا یہ حال ہے تو یہ ملک کیسے چلے گا، مجھے اس کی سمجھ نہیں آتی۔ لوگ اغوا ہوتے رہیں گے، مرتے رہیں گے اور یہ مزے اڑاتے رہیں گے۔ ہم نے پھر کوشش کی کہ ہم وزیر علیٰ بلوچستان سے رابطہ کریں، ہم ان سے رابطہ کرنے میں بھی ناکام رہے۔

آپ مجھے بتائیں کہ اب جو لوگ ادھر بیٹھے ہوئے ہیں، وہ اٹھتے تھے اور ہمارے وزیر داخلہ پر باتیں کرتے تھے۔ ہم ان کو یاد کراتے ہیں کہ وہ ادھر آکر ان کی جھاڑ سنتے تھے اور ادھر ہماری جھاڑیں سنتے تھے۔ اب چوہدری نثار سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اس ملک کی law and order situation کو ٹھیک کرے گا تو میرے خیال میں یہ ناانصافی ہو گی۔ جب بلوچستان میں law and order situation خراب تھی، حاصل بزنجو صاحب بیٹھے ہیں، وہ ہر روز اٹھتے تھے اور مشاہد اللہ سے کہتے تھے کہ یہ حکومت ناکام ہو چکی ہے، مجھے بتا دیں کہ آپ کہاں سے کامیاب ہو گئے ہیں۔

جناب! اب یہ ملک کی صورت حال ہے اور یہ لوگ جس طرح ملک سے کھیل رہے ہیں، یہ پارلیمنٹ کو کمزور کر رہے ہیں۔ جب یہ پارلیمنٹ میں نہیں آئے تھے تو کہتے ہیں کہ ہم good governance نافذ کریں گے، کیا یہ good governance ہے۔ پارلیمنٹ کو یہ حیثیت دیتے ہیں، سینیٹ کا اجلاس نہیں بلاتے، ڈرتے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ اس صورت حال میں یہ ملک کو کیسے سنبھالیں گے اور کیسے چلائیں گے۔ صرف یہ ہے کہ پنجاب میں نظر رکھیں، وہ بھی ہمارے بھائی ہیں لیکن آپ مہربانی کریں، سب صوبے آپ کے ماتحت ہیں، آپ Prime Minister of Pakistan ہیں، آپ Prime Minister of Punjab نہیں ہیں۔ آپ جہاں دورے پر جاتے ہیں تو اپنے بھائی کو لے جاتے ہیں، یہ باقی بھی ہیں، ہمارا کوئی وزیر اعلیٰ نہیں ہے۔ میرے خیال میں ایسی صورت حال میں یہ توقع رکھنا، ہم اس لئے ان سے توقع نہیں رکھتے تھے کہ یہ کہتے تھے کہ ہم ایسی good governance

نافذ کریں گے کہ لوگ حیران ہوں گے، اگر یہ good governance ہے تو پھر اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔

جناب چیئرمین: یہ issue آئے گا، آپ اس پر یہ باتیں کر لیں لیکن point of order پر اتنی لمبی تقریر نہیں ہوتی۔

سینیٹر محمد زاہد خان: ہم walk out کرتے ہیں، ہم اس حکومت سے توقع نہیں رکھتے کہ یہ law and order situation پر عمل کرے گی، ہمارے لوگ اغوا ہوتے رہیں گے، مرتے رہیں گے۔ ہمارے پاس کوئی security نہیں ہے، ہم لوگوں سے security چھین لی گئی ہے اور ہمارے لوگ آج بھی مر رہے ہیں، نوشہرہ میں مرے ہیں، سوات میں مرے ہیں اور یہ لوگ مزے لوٹ رہے ہیں، بیٹھے ہوئے ہیں، اپنے بیٹوں کے پیچھے اتنے security کے جلوس ہوتے ہیں، وہ بھی ساری دنیا دیکھتی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ اس پر طے کر لیں کہ ہم پہلے points of order لے لیتے ہیں اور باقی business رہنے دیتے ہیں، let it be decided that way. آپ دیکھیں! There are requests from every Member, they want to talk on a point of order, Haji *sahib*, I am observing it. راجہ صاحب سے پوچھنے دیں کہ یہ کیا فرماتے ہیں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق (قائد ایوان): جناب چیئرمین! زاہد خان صاحب نے جو points اٹھائے ہیں، انہوں نے کوشش کی کہ وزیر داخلہ صاحب سے رابطہ ہو یا چیف منسٹر بلوچستان سے رابطہ کرنے کی کوشش کی اور نہیں ہو سکا۔ مجھے نہیں علم کہ آیا کس وجہ سے رابطہ نہیں ہوا لیکن میں چوہدری صاحب سے گزارش کروں گا کہ آپ نے جو پروگرام بتایا ہے کہ سینیٹ کا اجلاس دو ہفتے چلے گا اور اجلاس صبح کے وقت ساڑھے دس بجے ہوا کرے گا اور دو اڑھائی بجے تک رہے گا۔ اس میں جو issues ممبران نے Business Committee کے سامنے پیش کیے ہیں اس کو formulate کر کے ہم نے اس طرح کیا ہے کہ جو law and order کے مسائل ہیں، بلوچستان کا issue ہے، خیبر پختونخوا میں جو مارا ماری ہو رہی ہے اس کا issue ہے، باقی جو جگہوں کے issues ہیں اور generally law and order کا issue ہے، بلوچستان میں missing persons کا issue ہے۔ ان سب کو ہم نے club کرنے کی

کوشش کی ہے۔ میں آج ہی کوشش کروں گا کہ چوہدری نثار علی خان صاحب سے بات کر کے اس ہاؤس کو بتاؤں کہ وہ کس دن تشریف لائیں گے، ہاؤس کو brief کریں گےاور ہاؤس کو confidence میں لیں گے اور پھر discussion شروع ہو گی۔ یہ discussion دو دن جاری رہے گی اور پھر وہ خود اسے conclude بھی کریں گے۔

اسی طریقے سے جو foreign policy کے issues ہیں، اس میں Prime Minister صاحب کا US کا visit ہے اور پھر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس foreign policy کے issue پر سرتاج عزیز صاحب ہاؤس میں آئیں اور brief کریں، اس پر دو دن بحث ہو۔ اس کے بعد تیسرا economic, issues ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! نہایت ادب سے عرض ہے کہ مجھے راجہ صاحب کی بات کے دوران مداخلت نہیں کرنی چاہیے لیکن ہمارا point of order ایک مخصوص مسئلے پر تھا تا کہ جب آپ عراق سے آئیں گے تو ہمارا مقصد تو مر جائے گا، جب چوہدری صاحب تشریف لائیں گے تو بتائیں گے، ہمیں تو عبدالطاہر خان کی بازیابی آج چاہیے، کل چاہیے، شام کو چاہیے، ورنہ ہم واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس موقع پر اپوزیشن کے اراکین ایوان سے walkout کر گئے)

جناب چیئرمین: اس وقت floor Leader of the House کے پاس ہے، آپ لوگوں کو بھی موقع دیں گے۔ Leader of the House ابھی conclude کر رہے ہیں۔ جی راجہ صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: اس طریقے سے بلوچستان اور earthquake سے related issues ہیں، ان پر بھی بات ہو گی، خیبر پختونخوا میں ڈینگی کا جو health پر سلسلہ چل رہا ہے، گو کہ وہ کوئی ایسا issue نہیں ہے جو directly Federal Government سے related ہو لیکن اس کے باوجود ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس معاملے پر بھی اس ہاؤس کو notice لینا چاہیے۔ یہ issues ہیں اور ان کے

بارے میں ابھی فیصلہ ہوا ہے کہ میں چوہدری صاحب سے رابطہ کروں۔ اپوزیشن نے اب walkout بھی کر لیا ہے تو یہ مناسب طریقہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: آپ نے جن issues کا ذکر کیا ہے، I have already briefed the House. آپ نے صرف منسٹر سے coordinate کرنا ہے اور اطلاع دینی ہے کہ کس دن ان issues کو take up کیا جائے، that's the only thing. مشاہد اللہ خان صاحب! آپ ذرا اپوزیشن کو لے آئیں اور شیخ صاحب بھی ساتھ تشریف لے جائیں۔ جی مولانا عبدالغفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ۔ جناب چیئرمین! ارباب عبدالظاہر کاسی ہمارے بلوچستان کے معتبر قبائلی شخصیت ہیں۔

جناب چیئرمین: اس کے بعد پھر آپ walkout کریں گے؟

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: وہ پھر میری مرضی ہے۔ وہ انتہائی شریف النفس انسان ہیں۔ میر حاصل خان بھی یہاں تشریف فرما ہیں، آپ ان سے بھی پوچھ سکتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اس پر وہ بھی احتجاج کریں گے۔ جناب! یہ صرف ارباب عبدالظاہر کاسی کا مسئلہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر عبدالمناف وہ ایک دل کے بہت بڑے سرجن تھے اور اسی طرح سینکڑوں نوجوان آج بھی عقوبت خانوں میں مصیبتیں جھیل رہے ہیں اور بہت سے ایسے تھے جن کی مسخ شدہ لاشیں سڑکوں پر پھینکی گئیں۔

ڈاکٹر مالک صاحب کی قیادت میں حکومت قائم ہوئی اور توقع یہ تھی کہ وہ ان مسائل پر قابو پائیں گے اور اس پر کوئی پیش رفت ہو گی لیکن بد قسمتی سے یہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ بلوچستان پہلے سے زیادہ مشکلات کا شکار ہے اور یہ روزمرہ کا معمول بن گیا ہے، ہماری سڑکیں کراچی تک محفوظ نہیں ہیں۔ ہمارے چیف منسٹر صاحب عجیب راست گو ہیں، آپ ان کا آج کا بیان پڑھیں کہ وہ خود کہتے ہیں کہ بلوچستان کے بعض علاقوں پر حکومتی writ نہیں ہے۔ جب ایک چیف منسٹر صاحب اپنی بے بسی کا اظہار کریں تو پھر اس سے آگے وہاں کے لوگوں کو کیا تحفظ مل سکتا ہے اور ان کے لیے کیا relief ہو سکتا ہے۔ بلوچستان کے مسئلے کو ان قوتوں نے خراب کیا ہے۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! اس پر detailed discussion ہونی ہے، point of order پر .we can't have debate like this آپ نے ایک issue raise کیا ہے، میں نے کہا ہے کہ بالکل کر لیں لیکن اگر ہم اس پر ابھی بحث کرنا شروع کر دیں گے تو یہ نہیں ٹھیک ہے۔ آپ conclude کریں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب صوبائی حکومت بھی بے بسی کا مظاہرہ کر رہی ہے تو پھر وہ کونسی قوتیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ پھر وفاقی حکومت کی مداخلت اور اس کے action سے شاید کوئی تلافی ہو سکے گی۔ میرا بھی مطالبہ یہی ہو گا کہ ارباب عبدالظاہر کاسی کو فوری طور پر بازیاب کرایا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی کرنل مشہدی صاحب۔

Karachi Operation

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: شکریہ۔ جناب چیئرمین! مجھے بڑے افسوس سے یہ بات point of order پر بتانی پڑ رہی ہے کہ ہمارا ایک نوجوان سیاسی کارکن دلشاد احمد کراچی میں برنس روڈ پر رہتا تھا، اسے 24 اکتوبر کو گھر سے law enforcing agencies نے اٹھایا اور اگلے دن 25 اکتوبر کو اس کے بھائی کو بلایا اس سے sign وغیرہ کروائے کہ ہم اسے آپ کی custody میں release کر رہے ہیں، اسے اس وقت اس کے حوالے نہیں کیا اور تھوڑی دیر کے بعد اسے فون کر کے بتایا کہ وہ civil hospital میں ہے۔ اسے ایمبولینس میں ڈال کر law enforcing agency نے civil hospital میں بھیج دیا، اس کی multiple injuries کی وجہ سے ٹانگیں اور گردن ٹوٹی ہوئی تھی، torture کے نشانات اس کے پورے بدن پر تھے جس کی وجہ سے وہ اس دنیا سے چل بسا تھا۔

یہ ایک custody میں murder ہے، it is clear cut case of murder in custody of law enforcing agencies. متحدہ قومی موومنٹ نے تو کراچی آپریشن مانگا تھا۔ ہم نے تو demand کی تھی کہ کراچی میں آپریشن ہو۔ ہم چاہتے تھے کہ فوج آکر کرے اور آج بھی ہم کہتے

ہیں کہ criminals کے خلاف آپریشن ہو، جو بھی criminals ہیں ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کی جائے مگر کراچی کے غریب عوام کو تنگ نہ کیا جائے۔ اگر انہوں نے اس کو پکڑا تھا تو پھر چھوڑا کیوں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بے قصور تھا۔بے قصور لوگوں کو پکڑنا اور پھر ان کی جان لے لینا کہاں کا انصاف ہے۔ میں اپیل کرتا ہوں آرمی چیف سے، ڈی جی ،آئی ایس آئی سے ، وزیراعلیٰ سندھ سے ، وزیراعظم پاکستان سے اور اپنے محترم وزیرداخلہ سے کہ وہ اس کی انکوائری کروائیں اور اس کے علاوہ آخری مہینے میں آٹھ missing persons کراچی کے ہیں جو کہ cameras میں recorded ہیں ، وہ law enforcement agencies کے ہاتھوں picked up ہوئے تھے مگر ان میں سے کسی کا بھی کوئی پتا نہیں لگ رہا کہ وہ کہاں ہیں۔ لاپتا افراد کا مسئلہ بلوچستان میں تو ہےاب کراچی میں بھی یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ہم نے تو مانیٹرنگ ٹیم بھی مانگی تھی مگروہ بھی نہیں بنائی گئی۔ ہم کہتے ہیں کہ انصاف کے ساتھ اور without victimization ایک آپریشن کیا جائے اور کراچی کو criminals سے clean کیا جائے۔خدا کے لیے کراچی کے غریب عوام پر کسی قسم کا ظلم نہ ہو۔جب وزیرداخلہ آ ہی رہے ہیں تو میں گزارش کروں گا کہ وہ اس کی انکوائری کرکے ایوان کو بتائیں کہ اس معاملے میں کیا action لیا گیاہے۔شکریہ۔

جناب چیئرمین: عبدالرؤف خان صاحب۔ بابر غوری صاحب! دیکھیں we are already committed آپ تشریف رکھیں۔ رؤف خان صاحب آپ بات کریں جی پھر وہ اکٹھا جواب دے دیں گے۔

Kidnapping of Doctors from Quetta

سینیٹر عبدالرؤف خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! ارباب عبدالظاہر کے اغواء پر اس معزز ایوان کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ اس سے پہلے ہمارے صوبے کے کارڈیالوجی کے مایہ ناز ڈاکٹر جناب عبدالمناف ترین جو کہ سابق صدر جناب زرداری صاحب کے بھی معالج تھے ان کو کوئٹہ سے دن دیہاڑے اغواء کیا گیا اور اس کے بعد ہمارے پاس جواب تک کی فہرست ہے کوئٹہ سے تقریباً بیس کے قریب ڈاکٹرز جو کہ مختلف شعبوں کے ماہرین تھے وہ اغواء ہو چکے ہیں اور جب بھی ان کا تاوان طلب کیا جاتا ہے وہ عموماً قبائلی علاقے سے کیا جاتا ہے جو کہ وفاق کے زیر انتظام ہے وہاں سے تاوان طلب کیا جاتا ہے اور

جتنی بھی اغواء برائے تاوان کی وارداتیں ہوتی ہیں وہ لوگ وہاں پہنچا دیے جاتے ہیں۔میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو کوئٹہ شہر سے ڈاکٹرز چلے جائیں گے جو کہ صوبے کا دارالخلافہ ہے اور یہ ڈاکٹر صاحبان پینسٹھ لاکھ افراد کے علاج معالجے کے لیے بیٹھے ہیں یہ صوبے کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے اور ہمارے صوبے کے عوام کو انتہائی مشکلات کا سامنا ہوگا۔اس لیے ہم یہ چاہیں گے کہ ہمارے وزیرداخلہ کم ازکم اس سلسلے میں کوئی اقدامات کریں تاکہ آئندہ ایسے واقعات نہ ہوسکیں۔شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔جی رضا ربانی صاحب۔دیکھیں راجہ صاحب! آپ بھی point of order پر بات کریں. after this I am going to take the business. جی رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! every time you pre-empt me ٹھیک ہے۔

Mr. Chairman: I am not going to pre-empt but we can't move the business then.

اس لیے میں نے کہا کہ it is intimation for rest of them not for you. جی۔

Stoppage of Salaries of Steel Mills Employees.

سینیٹر میاں رضا ربانی: Right sir. جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں اور اس سے پہلے بھی یہ مسئلہ سینیٹ میں اٹھا اور سینیٹ کی توجہ اس طرف دلائی گئی اور یقینی طور پر تفصیل کے ساتھ جب economic issues پر بحث ہوگی تو privatization کا معاملہ ضرور اٹھایا جائے گا لیکن یہ بات عیاں ہے کہ موجودہ حکومت نے IMF کی dictation پر پاکستان کے 68 حساس ادارے privatize کرنے کی ٹھان لی ہے اور ایک بار پھر شب خون مارا جارہا ہے یا شب خون مارنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ پہلے Pakistan Steel Mills پر شب خون مارا جائے اور اس سلسلے میں ایک systematic طریقے سے Steel Mills کو بند اور fail کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔آج حکومت کے think tank کے کسی ایک شخص کا "The NEWS" interview اخبار میں چھپا ہے جس میں اس

نے یہ بات کہی ہے کہ Steel Mill کے اندر پیپلز پارٹی کی مخلوط حکومت کے دوران پانچ ہزار افراد کو نوکریاں دی گئیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے پانچ ہزار افراد جو پچھلے دس سے پندرہ سال سے Steel Mills کے اندر contract یا daily wages پر کام کر رہے تھے اور بغیر اس تفریق کے کہ ان کا کس سیاسی جماعت سے تعلق ہے ان پانچ ہزار افراد کو regularize کیا گیا اور آج حکومت کو وہ پانچ ہزار افراد کھٹک رہے ہیں۔حکومت کی یہ کوشش ہے کہ ان پانچ ہزار افراد کو نوکریوں سے فارغ کیا جائے لیکن ہم یہ بات بڑے واضح الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو فارغ نہیں ہونے دیں گے چاہے سینیٹ کے اندر مذمت کرنی پڑے یا سینیٹ کے باہر کرنی پڑے لیکن وہ پانچ ہزار لوگ جنہوں نے اپنی زندگی Steel Mills کو دی ہے ان کو کسی سرمایہ دار کے کہنے پر فارغ نہیں کرنے دیں گے کیونکہ کسی سرمایہ دار کو وہ Steel Mills اونے پونے داموں دینی ہے۔ اس کی ہم ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔

جناب چیئرمین! ایک منٹ اور دے دیں تاکہ میں اپنی بات مکمل کر سکوں۔ اس کے علاوہ اسحاق ڈار صاحب نے Steel Mills کے حوالے سے میٹنگ کی Steel Mills Unions کے ساتھ میٹنگ کی اور یہ بات طے ہوئی کہ Steel Mills کو ایک bail out package دیا جائے گا لیکن آج تک وہ bail out package نہیں دیا گیا۔ یہ بھی طے ہوا کہ تین مہینے کی جو تنخواہیں ملازمین کو نہیں دی گئی تھیں وہ بھی دی جائیں گی لیکن ایک مہینے کی تنخواہ دی گئی اور آج پھر تین مہینے کے arrears ہو چکے ہیں اور آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس مہنگائی کے دور میں تین مہینے سے Steel Mills کے ملازمین کو ان کی تنخواہ نہیں دی گئی۔ہمارا مطالبہ ہے اس ایوان کے توسط سے کہ ملازمین کو ان کی تین مہینے کی تنخواہ دی جائے اور Steel Mills کی privatization کو روکا جائے۔ ہم کسی قیمت پر یہ privatization نہیں ہونے دیں گے اور ہم یہ بات بڑے واضح الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں اور ملازمین کو نکالنے کی دھمکی دی جا رہی ہے، Steel Mills کے اندر کام کرنے والے ملازمین کو تین ماہ سے تنخواہ نہیں دی گئی اس پر متحدہ اپوزیشن ٹوکن واک آوٹ کرتی ہے۔

(اس موقع پر اپوزیشن اراکین ایوان سے واک آوٹ کر گئے)

جناب چیئرمین: جی جتوئی صاحب! چوہدری صاحب اسی مسئلے پر بات کرنی ہے۔ جتوئی صاحب تشریف رکھیں چوہدری صاحب بات کرلیں تو پھر آپ جواب دے دیں۔ جی چوہدری شجاعت صاحب۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: جناب چیئرمین! اس issue پر ہم یکجہتی کے طور پر walkout کریں گے لیکن چونکہ ہماری پارٹی کا privatization کے متعلق اپنا ایک موقف ہے، ہم اس پر قائم ہیں۔ اس وقت ہم ان کے ساتھ walkout کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: چوہدری صاحب! Privatization پر discussion کے لیے ایک دن مقرر کیا جارہا ہے۔ آج Business Advisory Committee میں یہی طے ہوا ہے کہ یہ دو issues club کیے گئے ہیں اور انہیں ایوان میں discuss کیا جائے گا۔ جی بابر غوری صاحب۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب چیئرمین! یہ اہم issue ہے، آپ نے اچھا کیا کہ اس پر ایک الگ debate ہونی چاہیے۔ حکومت ہر ادارہ نہیں چلاسکتی لیکن ہمیں ساتھ ساتھ ملازمین کے تحفظ کا بھی خیال رکھنا ہے۔ اگر کوئی privatization ہوتی ہے اور اس میں ملازمین کے تحفظ کا خیال رکھا جاتا ہے اور ان کے تمام حقوق کی assurance ملتی ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ اچھا ہوگا۔ یہ وہ ادارے ہیں جو پاکستان کی economy کے لیے بہت بڑا ناسور بن گئے ہیں۔ ان کو صحیح کرنے کے لیے حکومت اگر privatization کی طرف جاتی ہے تو ٹھیک ہے لیکن ہم یہ چاہیں گے کہ ملازمین کے حقوق کا ضرور تحفظ ہونا چاہیے چاہے وہ پی۔ آئی۔ اے ہو، Steel Mills ہو یا کوئی بھی ادارہ ہو۔ دنیا میں حکومتیں اب اس قسم کے ادارے نہیں چلاتیں۔

اس کے علاوہ میری صرف یہ گزارش ہے کہ دلشاد احمد کا معاملہ بڑا serious issue ہے۔ اے این پی کے جو President اغوا ہوئے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ انہیں بھی فوراً بازیاب کروایا جائے، اس کی تحقیقات ہو۔ ہم اس issue پر اے این پی کے ساتھ ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس issue پر راجہ صاحب ہمیں یہ assurance دے دیں کہ اس کی تحقیقات ہوں گی، ان کے گھر والوں کو انصاف ملے گا تاکہ آئندہ کوئی ماورائے عدالت قتل جو کراچی میں ہورہے ہیں، نہ ہوں۔ Targeted operation کی

اجازت دی گئی ہے، targeted ماورائے عدالت قتل کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس بارے میں، میں چاہوں گا کہ راجہ صاحب ہمیں کم از کم یقینی دہانی کرائیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب جتوئی صاحب۔

جناب غلام مرتضیٰ خان جتوئی (وفاقی وزیر برائے صنعت و پیداوار): جناب! جہاں تک ملازمین کو نکالنے کی بات ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی کوئی planning نہیں ہے۔ جیسے انہوں نے کہا کہ 69 اداروں کی ایک list بنائی گئی ہے، اس میں بھی حکومت 26% shares بیچنا چاہتی ہے۔ یہ 26% سے زیادہ نہیں ہیں، maximum 26% shares ہوں گے، majority shares پھر بھی حکومتِ پاکستان کے پاس ہوں گے۔ Management transfer ہو گی لیکن اس قسم کی کوئی بات نہیں کہ جی ملازمین کو نکالا جارہا ہے یا جو نئی management آئے گی، وہ ملازمین کو نکالے گی۔ اگر نئی management آتی بھی ہے تو انشاءاللہ، ہم کوشش کریں گے کہ اس سے یہ بات کی جائے کہ جو ملازم وہاں کام کررہے ہیں، ان کو تحفظ ملے اور انہیں بے روزگار نہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی راجہ ظفر الحق صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! یہاں جو steel mills کے بارے میں بات کی گئی ہے، یہ تو ہر ایک پر عیاں ہے کہ steel mills کئی سالوں سے خسارے میں جارہی ہے۔ Steel mills کا خسارہ اس قدر ہے کہ ساری economy پر وہ اثرانداز ہورہی ہے۔ اس حکومت کے آنے سے پہلے انڈسٹریز کی اسٹینڈنگ کمیٹی میں یہ issue discuss ہوا کہ اس کے حالات کو کیسے بہتر کیا جاسکتا ہے۔ اس اسٹینڈنگ کمیٹی میں پیپلز پارٹی کے لوگ بھی تھے، ایم کیو ایم کے لوگ بھی تھے، پی ایم ایل (ن) کے لوگ بھی تھے اور باقی جماعتوں کے لوگ بھی تھے، سب نے بالاتفاق جو رپورٹ ایوان میں پیش کی، اس میں کہا گیا ہے کہ اس کو کسی نہ کسی طریقے سے privatize کیا جائے۔ چاہے 45% کرتے ہیں، اس سے زیادہ یا کم کرتے ہیں لیکن ان حالات میں steel mills کی بہتری ممکن نہیں ہے۔ آپ جتنے بھی packages دیتے جائیں گے، وہ وہاں غرق ہوتے جائیں گے اور اس کا کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لیے workers کے اپنے مفاد میں بھی ہے کہ یہ ادارہ چلتا رہے، یہ ادارہ ان کے

خاندانوں کو بھی پالے اور پاکستانی معیشت پر بوجھ بننے کی بجائے اسے فائدہ پہنچائے۔ یہ پہلے کی بات ہے، ہماری حکومت کے آنے سے پہلے اسٹینڈنگ کمیٹی نے یہ رپورٹ دی تھی۔ لہٰذا، اس میں جو IMF کی conditionalities یا dictation کی بات کی گئی ہے، قطعاً غلط ہے۔

جہاں تک بابر غوری صاحب والے issue کی بات ہے، یہاں انہیں اپنے ساتھیوں، لیڈر آف دی اپوزیشن سے کہنا چاہیے کہ صوبے میں جو کچھ ہورہا ہے اور جو law and order کو بہتر کرنے کی کوشش ہورہی ہے، اس سارے پروگرام کی سربراہی یا captaincy وہاں کے چیف منسٹر صاحب کو دی گئی ہے۔ یہاں سے وہ control نہیں ہورہا، وہیں سے صوبائی حکومت اسے control کررہی ہے۔ اگر وہ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ممبر حضرات سے پوچھ لیتے تو زیادہ بہتر تھا لیکن اس کے باوجود ہم کوشش کریں گے کہ ان کی جگہ، ہم پوچھ کر انہیں بتائیں کہ اصل صورتحال کیا ہے۔

Mr. Chairman: But he is seeking the help of the Federal Government right now.

Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq: Ok, we will do that.

جناب چیئرمین: جی بابر غوری صاحب۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب! میں سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب ہمارے senior ساتھی ہیں۔ یہ میرے لیے قابلِ احترام ہیں۔ ان کے علم میں ہونا چاہیے کہ وزیرِاعظم پاکستان، کراچی تشریف لائے تھے۔ ان کے ساتھ وزیرِ داخلہ صاحب بھی تھے۔ وزیرِ اطلاعات صاحب یہاں بیٹھے ہیں، وہ witness ہیں۔ وہاں یہ طے ہوا تھا، انہوں نے decide کرکے یہ کہا تھا کہ ایک monitoring team ہوگی جو monitor کرے گی تاکہ اس قسم کے واقعات رونما نہ ہوں۔ چونکہ ہر ایک کی خواہش تھی اور ہماری سب سے زیادہ خواہش تھی کہ کراچی میں targeted operation ہو اور criminals کے خلاف ہو لیکن اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو یا نچلے level پر کسی ادارے کا آدمی، اپنے ذاتی تعصب یا دل میں بغض کا ناجائز فائدہ اٹھائے۔ یہی ہوا جس کے خدشات اور خطرات تھے۔ ہماری یہ کوشش ہے چونکہ یہ فیصلہ پرائم منسٹر آف پاکستان نے کیا تھا، وفاق وہاں گیا تھا، آپ وفاقی حکومت ہیں،

آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ captain چونکہ سندھ حکومت کے ہیں تو وہی جواب دیں گے۔ میں سینیٹ میں اپنے وزیرِ داخلہ سے ہی بات کروں گا، ان کے علم میں لے کر آؤں گا اور انہی سے میں گزارش کروں گا کہ kindly اسے دیکھیں، یہ انسانی جان کا مسئلہ ہے۔ یہ ذمہ داری مکمل طور پر وفاق کو نبھانی ہو گی۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. It was token walkout. Chaudhary *sahib*, the next item stands in the name of Maula Bux Chandio, whether he is here or not?

جی جعفر اقبال صاحب! آپ کافی دیر سے point of order پر بات کرنا چاہ رہے ہیں۔

(اس موقع پر ایوان میں اذانِ مغرب سنائی دی)

جناب چیئرمین: جی جعفر اقبال صاحب۔

Amendment proposed in the Rule 243

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: شکریہ، جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہوں گا کہ آج تقریباً پون گھنٹہ اجلاس rules کے مطابق نہیں چلا۔ اگر آپ مجھے صرف دو منٹ دے دیں، میں explain کرنا چاہتا ہوں کیونکہ پھر آسانی ہو گی۔ میری التجا ہے کہ Rule 243 کو amend کر دیا جائے، اس سے آسانی پیدا ہو جائے گی اور ایوان Rules کے مطابق چلے گا۔ Rule 243 (2) points of order کے حوالے سے ہے کہ؛

Rule 243 (2)

"A point of order may be raised in relation to the business before the Senate at the moment".

یعنی ابھی جتنی discussion ہوئی ہے، آپ نے ابھی House Business Advisory Committee میں جو discussion کی ہے، تقریباً ساری وہی گفتگو یہاں ہوئی ہے، کوئی ایسا point نہیں تھا جو رہ گیا ہو۔ اب یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہو رہی تھی جو raise کی جائے۔ اسی طرح اس Rule کے جز تین میں ہے کہ:

Rule 243 (3)

"A point of order may not be raised before the Chairman has disposed of the earlier point of order".

یعنی جب آپ نے پہلا point of order اٹھایا اسے dispose of ہی نہیں کیا اور ساتھ ہی دوسرا issue کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح اس Rule کا جز پانچ کہتا ہے کہ؛

Rule 243 (5)

"No debate shall be allowed on a point of order, but the Chairman may, if he thinks fit, hear members before giving his decision".

اس کا جز سات کہتا ہے کہ؛

Rule 243 (7)

"A member shall not raise a point of order to ask for information".

جناب والا! اس کا مطلب ہے کہ یہ جو تین چار چیزیں discuss ہوئی ہیں، یہ violation ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اگر Rule 243 کو amend کر دیا جائے۔ کرنل مشہدی صاحب نے غالباً پچھلے Rules کو amend کیا تھا شاید ابھی تک وہ کمیٹی بنی ہوئی ہے، اسے amend کر کے zero hour declare کر دیا جائے تاکہ اس پر کھل کر بات ہو سکے۔

Mr. Chairman: That is provided already. I wish everybody should understand these rules but zero hour is still there.

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ کہیں کہ حکومت کی طرف سے اس کا جواب آئے تو one by one سب کا جواب دیا جا سکتا ہے اور Leader of the House جواب دے رہے ہیں۔ Kindly اس پر ضرور غور فرمایا جائے۔

Mr. Chairman: I wish that everybody should understand these rules.

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: جناب والا! یہ صرف wish نہ رہے بلکہ اس Rule پر کوئی amendment بھی کروائیں۔

Mr. Chairman: I have not to amend the rules; it is you who have to propose it.

دیکھیں آج Private Member Day ہے یا تو حکومت Rule میں amendment کرے یا کوئی ممبر propose کرے، introduce an amendment, then I will refer to the Committee, that is the procedure.

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: ٹھیک ہے، میں propose کروں گا۔

Mr. Chairman: Give in writing. The proceedings are suspended for fifteen minutes for *Maghrib* Prayers.

[The House was then adjourned for fifteen minutes for Maghrib Prayers]

(The House was reassembled after 'Maghrib' prayers at 6:00 p.m with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair).

Mr. Chairman: We may now take up Item No. 3. Mr. Moula Baksh Chandio, may move Item No. 3.

Legislative Business

Introduction of Bill for Amendment In the Emigration Ordinance, 1979

Senator Moula Baksh Chandio: Thank you sir. I beg to move for leave to introduce a Bill further to amend the Emigration Ordinance, 1979 [The Emigration (Amendment) Bill, 2013].

Mr. Chairman: Leave granted. Yes, Mr. Moula Baksh Chandio, move Item No. 4.

Senator Moula Baksh Chandio: I beg to introduce a Bill further to amend the Emigration Ordinance, 1979 [The Emigration (Amendment) Bill, 2013].

Mr. Chairman: Is it opposed.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: نہیں، جناب چیئرمین! اسے کمیٹی کو refer کر دیں۔

Mr. Chairman: As the motion has not been opposed, so, the matter is referred to the concerned Standing Committee. We move on to Item No. 5. We may now take up Item No. 5 regarding further discussion on the following motion moved by Mr. Farhatullah Babar on 26th August, 2013:-

"This House may discuss the situation arising out of non payment of compensation to decree holders of land acquired for AFV Ranges in Nowshera for the last several decades".

In the last proceedings I had asked the Government to present the report.

شیخ صاحب! اس پر فرمائیں۔

Commenced Motions:

Re: Payment of Compensation of Land in Nowshera

شیخ آفتاب احمد (وزیر مملکت برائے پارلیمانی امور): جناب چیئرمین! اس میں اس طرح ہے کہ یہ AFV Ranges Nowshera Cantonment کا مسئلہ ہے۔ یہ ٹوٹل زمین 18680 ایکڑز، ایک کنال اور 18 مرلے ہے۔ یہ زمین پہلے lease پر لی گئی تھی اور اس کا regular rent pay کیا جا رہا تھا۔ بعد میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس زمین کو purchase کیا جائے۔ جناب چیئرمین! جب purchase کی باری آئی تو کل 12 دیہات میں یہ رقبہ واقع ہے، اگر آپ کہیں تو میں ان کے نام بھی پڑھ دیتا ہوں۔

Mr. Chairman: The issue is this, whether they have been paid the compensation or not. If not, why?

شیخ آفتاب احمد: جناب چیئرمین! میں اس طرف آ رہا ہوں۔ جو 12 دیہات ہیں ان کی compensation کی assessment کر لی گئی اور 5 دیہات ایسے تھے جنہوں نے وہ compensation accept کی اور ان کو پیسا مل گیا۔ باقی سات دیہات ایسے ہیں جنہوں نے اس payment کو accept نہیں کیا and they went to the courts. اور مختلف ہائی کورٹس میں ان کے cases چلتے رہے اور مختلف اوقات میں مختلف قسم کے فیصلے آتے رہے۔ کسی ایک فیصلے میں کچھ اور rate plus 25% solatium and 6% interest مقرر ہوا۔ مختلف عدالتوں سے یہ فیصلے آتے رہے۔ اب Ministry of Defence سپریم کورٹ میں ہے۔ انہوں نے ان فیصلوں کے خلاف اپیل دائر کی ہوئی ہے۔ جس دن سپریم کورٹ کا فیصلہ آجائے گا اس کے بعد ان کو payment کر دیں گے۔ جناب چیئرمین! compensation کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، rate

کا مسئلہ وہاں چل رہا ہے۔ جب سپریم کورٹ کا فیصلہ آ جائے گا تو ان لوگوں کو Ministry of Defence payment کر دے گی۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! ذرا یہ پتا کریں کہ جب award ہوا تو کچھ لوگوں نے اس کو accept کر لیا اور کچھ نے accept نہیں کیا and they went before the courts, matter is subjudice before the Supreme Court. آپ Ministry of Defence سے یہ پتا کریں کہ جو compensation کی amount تھی whether they have deposited that with the Collector or not, because they are supposed to deposit that amount before taking the possession of the land اور اس کی acquisition کا جو award ہے اس سے پہلے وہ amount Collector کے پاس جمع ہونی چاہیے تھی۔ یہ پتا کریں کہ وہ جمع ہوئی ہے کہ نہیں ہوئی ہے۔ پھر it should have been invested in some profitable investment of the Government. تاکہ کل بیس سال یا تیس سال بعد جو بھی فیصلہ ہوتا ہے اس کے بعد کم از کم one should not suffer the loss for that. تو یہ ذرا پتا کریں۔ I wanted a report in writing کہ what is the latest position کہ کتنے cases Supreme Court میں پڑے ہیں اور Government کتنے cases کے خلاف اپیل میں گئی ہوئی ہے اور کتنوں کے خلاف نہیں گئی ہوئی ہے and what is the status over there. دیکھیں اگر میری زمین بیس سال پہلے CDA acquire کرتی ہے اور مجھے آج تک پیسے نہیں ملتے تو I felt aggrieved, similar is the case over there.

شیخ آفتاب احمد: جناب چیئرمین! میں اس کی complete report پیش کر دوں گا۔

جناب چیئرمین: فرحت اللہ بابر صاحب۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: شکریہ، جناب چیئرمین! in addition جو آپ نے رولنگ دی ہے for which I am grateful to you. جناب چیئرمین! مجھے بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فاضل وزیر صاحب۔۔۔۔

جناب چیئرمین: یہ بتادیں کہ یہ acquisition ہوئی کب ہے، کون سے سال میں؟

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جناب چیئرمین! یہ acquisition 70 کے عشرے میں ہوئی تھی۔ اس کو 35 سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا۔ فاضل وزیر صاحب کو شاید علم نہیں ہوگا اور اگر ان کو علم ہے بھی تو انہوں نے اس بات کا اعتراف یہاں نہیں کیا۔ یہ کہنا کہ کچھ معاملات ہائی کورٹ میں یا فلاں فلاں کورٹس میں تھے یہ جناب چیئرمین درست نہیں ہے۔ جب انہوں نے 88.00 روپے فی مرلہ compensation کا اعلان کیا تو جو مالکان تھے وہ عدالت میں گئے، مختلف عدالتوں میں مقدمات زیر سماعت رہے، بالآخر ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا اور ایک قیمت 1500 روپے فی مرلہ اور ساتھ ہی 25% solatium اور interest 6% مقرر کیا۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے فاضل وزیر صاحب کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پھر حکومت سپریم کورٹ میں گئی، مختلف اپیلیں کیں اور بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ جو solatium ہے اس کو فی الحال رہنے دو لیکن جن لوگوں کی زمین ہے اور جو قیمت ہائی کورٹ نے مقرر کی ہے اس کے مطابق ان کو رقم ملنی چاہیے۔ یہ جب final فیصلہ ہوا اور سینیٹ کی Defence Committee کے سامنے یہ کاغذات رکھے گئے اس وقت فاضل وزیر صاحب کے پاس وزارت کا عہدہ نہیں تھا کوئی اور صاحب تھے، اس وقت جب یہ چیزیں سامنے رکھی گئیں تو انہوں نے کہا کہ ہم یقیناً اس کو اب دیکھیں گے اور compensation pay کریں گے اور سینیٹ کی کمیٹی نے باقاعدہ یہ minutes میں جاری کیا کہ اب اس معاملے کو مزید نہیں لٹکانا چاہیے چنانچہ یہ بات طے ہوگئی۔ اس کے بعد جناب چیئرمین! سب سے آخری چیز یہ ہوئی کہ جب آپ نے حکم دیا تھا last time اس سے پہلے یہ درست ہے کہ یہ گئے تھے سپریم کورٹ میں اور انہوں نے ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل کی تھی۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ 30 مئی 2013 کا میرے پاس ہے اور سپریم کورٹ نے کہا کہ تمہارا تو time barred ہے۔ تم تو کئی سالوں کے بعد آرہے ہو، تمہارا تو کوئی locus standi ہی نہیں ہے اور انہوں نے ان کی اپیل کو رد کر دیا۔ یہ فیصلہ جسٹس ناصر الملک، جسٹس میاں ثاقب نثار اور جسٹس اقبال حمید الرحمان صاحبان کا تحریر کردہ ہے اور یہ 30 مئی 2013 کا ہے۔ یہ اس صورت میں ہوا کہ جب سینیٹ کی Defence Committee دباؤ ڈال رہی تھی تو یہ سالہاسال بعد اپیل میں چلے گئے اور جب جناب چیئرمین! یہ سپریم کورٹ میں reject ہوا اور دوبارہ سینیٹ کی Defence Committee نے یہ معاملہ اٹھایا تو ان کو خیال آیا کہ چلیں اب ہم review کر لیتے ہیں۔ تو انہوں نے

ایک review کی درخواست بھی دائر کر دی ہے جس کا شاید فاضل وزیر کو علم نہیں ہے۔ وہ review کی درخواست انہوں نے لکھ کر بھجوا دی اس پر نہ سپریم کورٹ نے stay order دیا اور نہ اس پر سپریم کورٹ نے کسی کو نوٹس جاری کیا، وہ اسی طرح ہے کہ review کی درخواست آپ لے کر دراز میں رکھ دیں اور مجھے یہ کہیں کہ جی میں نے review کی درخواست دے دی ہے۔ اس وقت پوزیشن یہ ہے۔

The Supreme Court on the 30th May 2013 has rejected their appeal. They claimed to have gone in review, but for the review, no stay order has been given, no notice has been served on anybody. They are bound to pay the compensation to the owners of the land.

جناب چیئرمین! دو مہینے پہلے آپ نے حکم دیا تھا اور اب فاضل وزیر صاحب کہتے ہیں کہ میں واپس جا کر پوری تفصیلات دیکھ لوں گا۔ مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ the government is dilly-dallying. یہ ان کا اپنا بیان تھا جو انہوں نے Standing Committee کے سامنے دیا تھا۔ جناب چیئرمین! آپ ruling دیں جس میں یہ بتایا جائے کہ compensation کی amount جمع ہوئی ہے یا نہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی وضاحت ہو کہ وہ compensation اس rate پر ہو گی جس rate پر finally فیصلہ ہو گیا تھا۔ وہ فیصلہ اب سپریم کورٹ میں uphold ہو چکا ہے، time barred ہے اور time barred ہونے کے بعد ان کی اپیل مسترد ہو چکی ہے۔ جناب چیئرمین! آپ کی ruling میں ہونا چاہیے کہ compensation اس rate کے مطابق کیا جائے۔

جناب چیئرمین! میں final وضاحت یہ بھی کر دیتا ہوں کہ وزیر صاحب نے فرمایا کہ کچھ گاؤں کے لوگوں نے accept کیا، کچھ گاؤں کے لوگوں نے نہیں کیا۔

جناب چیئرمین! مجھے پھر ایک بار نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اگر فاضل وزیر صاحب record دیکھ لیں تو ہائی کورٹ کا فیصلہ یہ ہے کہ جو لوگ ہمارے پاس درخواست لے کر آئے ہیں یہ ان کا بھی حق ہے اور جو ہمارے پاس نہیں آئے اور ان کی زمین لی گئی ہے یہ بلا تفریق ان کا بھی

حق ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ کچھ لوگوں نے accept کیا، کچھ لوگوں نے accept نہیں کیا یہ حقائق کے خلاف ہے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: اس میں یہ دیکھ لیں کہ Defence Ministry کی Standing Committee کے سامنے جو statement تھی کہ was there an assurance before the Standing Committee?

Senator Farhatullah Babar: Sir, the Standing Committee called upon the Ministry and the Military Lands and Cantonment Department to keep in mind that human beings and citizens are involved whose legitimate right is being denied for a long time. So, the case should be moved immediately for allocation of funds by the Government. Compensation through some other internal adjustments and re-appropriation should also be done.

Mr. Chairman: That is the observation of the Committee. I am asking whether anybody from the Ministry made a statement before that Committee that they are going to make a payment or they are going to honour the verdict of the High Court. Whether it was on record or not?

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جناب چیئرمین! اگر اس وقت کے minutes نکالے جائیں تو اس وقت انہوں نے یہ admit کیا تھا کیونکہ یہ پیرا گراف۔۔۔

Mr. Chairman: So, if they have given an assurance then things would be in a different shape.

اس judgement کی کاپی آپ شیخ صاحب کو دے دیں and let the report come. The report should come by next Monday جو Private Members Day ہے۔ آپ ہاؤس کو detailed report دے دیں کہ اس کی کیا situation ہے۔ اس کی compensation کتنی

تھی، انہوں نے کتنی amount collector کے پاس جمع کروائی۔ دیکھیں! We cannot linger on things for years and years اگر اس کو 35 years ہوگئے ہیں اور گورنمنٹ پیسے نہیں دے رہی تو یہ بڑی زیادتی ہے۔

Certainly, if there is a commitment before the Committee then the House would take up that matter and we seek a report by next Monday.

Senator Farhatullah Babar: I will give a copy of the Supreme Court's order.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، وہ کاپی آپ ان کو فراہم کر دیں۔ جی شیخ صاحب۔

شیخ آفتاب احمد: جناب چیئرمین! میرے معزز دوست بابر صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے Standing Committee میں کوئی commitment دی ہے۔ جناب! مجھے تو آج تک نہ Defence Committee meeting میں بلایا گیا ہے اور نہ میں گیا ہوں اور نہ ہی میری کوئی commitment ہے۔ ہاں جو آپ کی observation ہے یا ان کی جو observation ہے وہ بالکل درست ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ as a human being بھی ان کا right ہے، اس لیے انشاء اللہ میں next Monday کو اس کی complete report in writing آپ کو پیش کر دوں گا۔

Mr. Chairman: Thank you.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: شیخ صاحب صحیح فرما رہے ہیں کیونکہ اس وقت یہ حکومت میں نہیں آئے تھے but I am talking of the Government of the day کیونکہ یہ گورنمنٹ نے commit کیا تھا۔

جناب چیئرمین: چلیں، شکریہ۔

Now we may take up Item No.6, regarding discussion on the following motion moved by Mr. Farhatullah Babar on 26th August, 2013:-

"This House may discuss the procedure laid down regarding appointment of honourable judges in the superior courts." Yes, Babar *sahib*.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس انتہائی اہم موضوع پر بات کرنے کا موقع دیا۔

جناب چیئرمین: بابر صاحب! before we take it up اس میں ایک بات ہے کہ a written paper on this matter is probably before the Parliamentary Committee on Judges appointment and they have constituted a Sub-committee also.

Appointment of Judges in Superior Courts.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جناب چیئرمین! اس میں یہ نہیں ہے۔میں اس وقت جس موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اعلیٰ عدالتوں میں ججوں کی تقرری کا جو طریقہ کار ہے اور اس ضمن میں گزشتہ چار، پانچ سے جو تجربہ ہوا ہے اور اس کے نتیجے میں کیا حقائق سامنے آئے ہیں، آپ یہ ہاؤس کے سامنے lay کر دیں کہ اب ہمیں آگے کیا کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! ہماری ساری سیاسی جماعتیں صحیح معنوں میں آزاد عدلیہ چاہتے ہیں۔ پاکستان کے آئین کا جو preamble ہے جس کی nine clauses ہیں، اس کی آٹھویں clause میں ہے 'to ensure independence of judiciary'. جناب چیئرمین! جو independent judiciary ہوتی ہے، جیسے کہ ہم سب جانتے ہیں، وہ judiciary جو ہر قسم کی مداخلت سے آزاد ہو، جس پر نہ حکومت کا دباؤ ہو اور نہ کسی طاقتور گروہ کا جن کا case اس عدالت کے سامنے ہو، نہ وہ اثر انداز ہو سکے۔ جناب چیئرمین! ایسی independent اور آزاد judiciary جس پر کوئی اثر انداز نہ ہو سکے اس کا

پہلا اور اولین تقاضا یہ ہے کہ ججوں کی تعیناتی کا طریقہ کار ایسا ہو کہ کوئی جج اپنی تعیناتی کے لیے کسی فرد واحد کا مرہون منت نہ ہو۔ ججوں کی تعیناتی کا طریقہ کار اس کے اندر ایسا check and balance ہو کہ سٹیٹ کا کوئی ادارہ بھی حتمی اختیار نہ رکھتا ہو۔ جناب چیئرمین! یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ فرد واحد کو چھوڑیں، سٹیٹ کے کسی ایک ادارے کے پاس بھی یہ اختیار نہ ہو کہ وہ اپنی مرضی سے عدلیہ کے ججوں کا تقرر کرے۔

جناب چیئرمین! پاکستان کی تاریخ ایسی ہے کہ ججوں کی تقرری صدر مملکت کرتے ہیں، وہ وزیر اعظم کی advice پر کرتے تھے اور ہماری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ججوں کی تقرری ہمیشہ controversial رہی ہے، ساٹھ سال کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ چنانچہ جناب چیئرمین! اٹھارہویں ترمیم پر جب کام ہو رہا تھا تو تمام جماعتوں کے سامنے یہ issue بھی تھا اور تمام سیاسی جماعتوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آج کے بعد ہمیں ججوں کی تقرری کے لیے کوئی ایسا طریقہ کار وضع کرنا چاہیے کہ یہ بالکل above board ہو۔ لہذا آئین میں پہلی بار Article 175(a) کا اضافہ کیا گیا جس کے 17 clauses ہیں اور اس کا تعلق صرف اعلیٰ عدلیہ میں ججوں کی تقرری سے ہے۔ تمام سیاسی جماعتوں نے متفقہ طور پر اس کو منظور کیا۔ جناب چیئرمین! مختصر یہ ہے کہ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ ایک judicial commission بنے گا اور judicial commission کی سربراہی Chief Justice of Pakistan کریں گے، اس کے اندر چار سپریم کورٹ کے senior most judges ہوں گے۔ اس کے اندر اس ہائی کورٹ کا Chief Justice ہو گا جس ہائی کورٹ میں کسی جج کی تعیناتی ہو رہی ہے، اس کا ممبر Law Minister ہو گا، اس کا ممبر Attorney General ہو گا اور اس کا ممبر ایک ایسا senior وکیل ہو گا جس کو پاکستان بار کونسل nominate کرے گی اور ان ممبران میں ایک ایسا ممبر بھی ہو گا جو پاکستان کا سابق Chief Justice ہو گا یا سپریم کورٹ کا جسٹس ہو گا جس کی nomination Chief Justice of Pakistan کریں گے۔ لہذا جناب چیئرمین! یہ طے پایا کہ judicial commission امیدواروں کی nomination کرے گا اور ان کا interview اور جانچ پھٹک کرے گا اور پھر اپنی recommendations Parliamentary Committee on the appointment of judges کو بھیجے گا۔ اس وقت ترمیم کرنے والوں نے یہ فیصلہ کیا جو کہ بڑا درست فیصلہ تھا کہ جو پارلیمانی کمیٹی ہو گی اس میں صرف حکومت کے نمائندے نہیں ہوں گے، صرف

اپوزیشن پر مشتمل نہیں ہو گی۔ بلکہ اس میں دونوں ایوانوں یعنی قومی اسمبلی اور سینیٹ کے برابر نمائندے ہوں گے، حکومتی ارکان بھی چار ہوں گے اور اپوزیشن کے ارکان بھی چار ہوں گے۔ حکومت کے ارکان کی nomination Leader of the House کریں گے اور اپوزیشن کے ارکان کی nomination Leader of the Opposition کریں گے۔

جناب چیئرمین! to make it strong یہ بھی فیصلہ ہوا، آئین میں یہ بھی ترمیم ڈالی گئی تھی کہ اگر Judicial Commission کوئی nomination بھیجے تو Parliamentary Committee 14 days میں فیصلہ کرے گی کہ آیا یہ nomination منظور ہے یا نہیں ہے۔ اگر کوئی nomination منظور نہیں ہے تو پارلیمانی کمیٹی اس بات کی پابند بنائی گئی کہ وہ تحریری طور پر وجوہات درج کرے گی۔ نہ صرف یہ بلکہ پارلیمانی کمیٹی کو اس بات کا بھی پابند بنایا گیا کہ وہ سادہ اکثریت کے ساتھ reject نہیں کر سکتی۔ وہ چھ ارکان کی اکثریت کے ساتھ Judicial Commission کی سفارشات کو، اس کی nomination کو reject کر سکتی ہے۔ اب جناب چیئرمین! آپ اندازہ لگائیں کہ پارلیمانی کمیٹی میں 08 ارکان ہیں، جن میں چار حکومت سے ہیں اور چار اپوزیشن سے ہیں اور چھ چاہییں کہ وہ Judicial Commission کی nomination کو reject کر سکیں اور اس کے لیے باقاعدہ وجوہات لکھیں گے، 14 دن کے اندر یہ فیصلہ کریں گے اور اگر 14 دن کے اندر فیصلہ نہ کر سکیں تو پھر Judicial Commission کا automatically nominee will deemed to have been appointed. اس وجہ سے آج کل ہمارے ہاں ایک نئی term بھی آئی ہے۔ ایک دفعہ ذکر تھا PCO judges کا، now there are also deemed judges جن کی پارلیمانی کمیٹی چودہ دن میں منظوری یا نامنظوری نہیں دے سکی وہ اب جج کہلاتے ہیں deemed judges. Now we have a new category of judges and they are the deemed judges under the Constitution.

جناب چیئرمین! اس میں جب Judicial Commission کی طرف سے nominations آتی ہیں اور وہ پارلیمانی کمیٹی میں آتی ہیں تو ابھی تک جون 2013 تک 126 judges of the superior courts کی nomination ہو گئی اور ان کی nomination Judicial Commission سے پارلیمانی کمیٹی میں آ گئی۔ تمام کی تمام سوائے آٹھ کے، تمام کی تمام کو یا تو

پارلیمانی کمیٹی نے accept کر لیا، کہا کہ یہ درست ہے، یا پارلیمانی کمیٹی چودہ دن میں فیصلہ نہ کر سکی اور they were deemed to become judges لیکن آٹھ کیسز ایسے تھے جس میں پارلیمانی کمیٹی نے کہا کہ نہیں ہم Mr. A کی nomination کو reject کرتے ہیں اس کے ساتھ وجوہات بھی لکھیں۔ اس موقع پر سپریم کورٹ نے فیصلہ کیا کہ پارلیمانی کمیٹی کا جو فیصلہ ہوگا، جو Judicial Commission کے nomination کو رد کرے گا، وہ رد تو کر سکتا ہے لیکن ہمیں، سپریم کورٹ کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ ہم پارلیمانی کمیٹی کے فیصلے کو judicially review کر لیں۔ چنانچہ جناب چیئرمین! وہ جو آٹھ تھے جن کے بارے میں پارلیمانی کمیٹی نے تحفظات کا اظہار کیا تھا، reject کیا تھا، وہ بھی judicial review کے ذریعے جج بن گئے۔

جناب چیئرمین! اب اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ Judicial Commission nomination کرتا ہے، 126 کے nominations ہو گئے ہیں، تمام کے تمام 8 even those جن کو پارلیمانی کمیٹی نے approve نہیں کیا تھا وہ بھی under the principle of judicial review, they have now been taken as judges. What does it mean, Mr. Chairman? This is a factual position on the ground. جناب چیئرمین! Appointing authority is the President of Pakistan جب سابق صدر نے دیکھا کہ پارلیمنٹری کمیٹی بالکل عضو معطل ہو کر رہ گئی ہے تو جناب چیئرمین! انہوں نے سپریم کورٹ میں ایک reference دائر کیا، a Constitutional reference to seek opinion on the role of Judicial Commission, the parliamentary committee and the President کہ جی آپ ہم کو بتائیں میں یہ reference بھیج رہا ہوں، آپ ہمیں بتائیں کہ Judicial Commission کا کیا role ہے، Parliamentary Committee کا کیا role ہے، وزیراعظم کا کیا role ہے، صدر کا کیا role ہے؟

Senator Aitzaz Ahsan: Point of Order.

Mr. Chairman: Yes, Leader of the Opposition.

Senator Aitzaz Ahsan: Sorry for interrupting the speech of the honourable Senator but one limb of the independence and sovereignty of Parliament is the media and

the Press اور پریس گیلری کسی وجہ سے خالی ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر لیڈر آف دی ہاؤس، حکومت کی طرف سے کسی کو بھیج دیں، پتا کر لیں کہ وجہ کیا ہے کہ پریس گیلری ایک دم خالی ہو گئی ہے۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب، چوہدری صاحب نے جو فرمایا اس پر without press, it will be futile to have all these proceedings also. کسی کو بھیج دیں اور چوہدری صاحب آپ بھی کسی کو nominate کر دیں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: رانا تنویر صاحب آپ ذرا پتا کریں کہ کیا بات ہے؟

جناب چیئرمین: جی بابر صاحب. please continue.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جناب چیئرمین! جب صورت حال ایسی ہو گئی تو سابق صدر نے سپریم کورٹ میں ایک Constitutional reference دائر کیا، to seek the opinion of the Supreme Court on the role of the Parliamentary Committee, the Judicial Commission and the President کہ ہمیں بتایا جائے کہ ہم کیا کریں۔ جناب چیئرمین! سپریم کورٹ کا جو فیصلہ تھا just half a minute I will read it out. سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے کہ؛

> "The role of the Prime Minister and the President in the appointment of judges of the superior courts is nothing but ministerial and after receiving the nomination from the committee, the Prime Minister and the President have no jurisdiction, no discretion but to forward and appoint the nominees".

جناب چیئرمین! پارلیمنٹری کمیٹی عضو معطل ہو کر رہی گئی۔ صدر اور وزیراعظم کے بارے میں سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے کہ اب ان کا کام صرف ministerial ہے جب پارلیمنٹری کمیٹی کی طرف سے ان کے پاس nominations جائیں ان کا کام صرف دستخط کرنا ہے and approve the nominations. So now what has happened? As I said earlier Mr. Chairman, that all the appointments are made by the Judicial Commission but the Judicial Commission also, Mr. Chairman, it is very interesting to look into the working of the Judicial Commission. آئین کے خالقوں نے یہ کہا تھا کہ پارلیمنٹری کمیشن کی proceedings in camera ہوں گی، اس میں media allowed نہیں ہوگا تاکہ اگر وہاں پر کسی جج کے بارے میں اگر کوئی بات ہو رہی ہو تو وہ میڈیا میں نہیں جانی چاہیے۔ Fair and square. یہ آئینی تقاضا تھا کہ پارلیمنٹری کمیٹی کی proceedings in camera ہوں گی لیکن Judicial Commission کے بارے میں نہیں کہا گیا کہ Judicial Commission کی proceedings in camera ہوں گی۔ Why? Because the intent was that Judicial Commission چونکہ it comprises of the judges, the Law Minister, the Attorney General, it was left open اور یہ کہا گیا کہ Judicial Commission اپنے rules خود بنائے۔ جناب چیئرمین! جوڈیشل کمیشن نے rules بنائے اور ان rules میں اپنی proceedings کو خفیہ رکھا۔ This will not be reported, secret. It was not a requirement of the Constitution. The Constitutional requirement applied only to the Parliamentary Committee but the Judicial Commission framed the rules اور اپنی proceedings کو secret رکھا۔ دوسرا rules میں انہوں نے یہ رکھا کہ nominations are made by the Chief Justice of Pakistan or by the Chief Justice of the province جس صوبے میں ہائی کورٹ کے جج کی تقرری کرنی ہو۔ Now there are three other members, the Attorney General, the Law Minister, member of the Bar Council ان کو اس بات کا اختیار نہیں تھا اور نہ ہی ہے کہ وہ nomination کریں۔

So, what happens, the honourable Chief Justices nominate a person, the composition of Judicial Commission is such that all

members are honourable judges except three, the Law Minister, the Attorney General and the member of the Pakistan Bar Council. The nomination can be made only by the CJs, the majority is that of the judges, the nomination is made by the judges, not by others. So, what happens, Mr. Chairman, the honourable Chief Justice or honourable Chief Justices, they nominate. Majority is that of the judges, it is endorsed by the Judicial Commission, then it comes to the Parliamentary Committee.

اس پارلیمانی کمیٹی میں تو چھ ارکان پورے نہیں ہوتے کہ اس کو reject کر سکیں۔ اگر کبھی پورے ہو گئے جو کہ 08 cases میں ہو گئے تھے، ان کی recommendation کو اور ان کی observation under judicial review, it was nullified. President and Prime Minister کو have already been declared that their job is only ministerial. جناب چیئرمین! میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ جن لوگوں کو Chief Justice nominate کرتا ہے، وہ merit پر پورا نہیں اترتے۔ میں ہرگز یہ نہیں کہہ رہا، میں یہ بھی نہیں کہہ رہا ہوں کہ ان پر کوئی ایسے اعتراضات ہیں کہ ان کو نہیں بننا چاہیے۔ My point is final point, is a subtle point. جناب چیئرمین! ایک فرد واحد یا ایک ادارہ ججوں کی تقرری کرتا ہے اور صرف وہی responsible ہو تو ججوں پر جو چھاپ ہو گی، ان کی جو ذہنی اٹھان ہو گی، وہ ذہنی اٹھان اس چیف جسٹس کے مطابق ہو گی جس کے پاس موجودہ dispensation کے تحت مکمل اختیار ہے۔

جناب چیئرمین: آپ conclude کر لیں۔

Senator Farhatullah Babar: Mr. Chairman! just two or three minutes and not more than this. So, the final point that I want to make is that if let us say he is the President who makes nomination, then the judges will be reflecting the thought process of the President. If it is the Parliament making the nomination, the judges will be reflecting the thought process of the Parliament but when the judges are nominated by the CJ alone then in that case,

Mr. Chairman, the danger is that we will have over a course of time a judiciary, which will be monolithic, which will be in a straight jacket thinking just along on one line, there will be no dissent and dissent is the spirit, dissent is the basis of expanding the body of jurisprudence.

جناب چیئرمین! اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کا جو jurisprudence ہے، اگر یہ سسٹم اسی طرح چلتا رہا تو مجھے خدشہ ہے، God forbid, that a time will come that people might say that this judiciary might, God forbid, become an exalted club of the judges, for the judges, by the judges. اب میں حکومت میں نہیں ہوں، میرا کوئی واسطہ نہیں ہے کہ جج کیسے بھرتی ہوتا ہے، I am thinking, I am saying this in long term perspective کہ پارلیمان کو سوچنا چاہیے، حکومت کو سوچنا چاہیے، اگر جج صاحبان ایک ہی mindset کے آتے رہے تو اگلے دس پندرہ سال میں پاکستان میں ایک ایسی judiciary ہو گی جو ایک مخصوص ذہن کی مالک ہو گی، اگر ایک چیف جسٹس صاحب liberal ہیں تو whole judiciary will be liberal. اگر چیف جسٹس صاحب conservative ہیں تو whole judiciary will be conservative and the whole society will begin to move in that direction. The important thing, Mr. Chairman, is that there must be diversity of opinion اور آپ نے دیکھا کہ ہمارے جو فیصلے ہیں، معزز عدالتوں کے، محترم عدالتوں کے اس میں کچھ عرصے سے بڑی unanimity ہے اور یہ unanimity میں سمجھتا ہوں کہ it is not the glory of judiciary, the glory of judiciary is when there are judges with dissenting voices, when they dissent and as they dissent the body of the jurisprudence expand and enhances that is the glory. The glory does not lie in this کہ تمام جج صاحبان کا ایک ہی طرح کا mindset ہو، ایک ہی طرح کے فیصلے کریں ورنہ God forbid it will come like an exalted club. That is why, Mr. Chairman, مجھے اور کوئی اعتراض نہیں ہے، میرا مطمع نظر صرف یہی ہے کہ اس پر پارلیمان غور کرے

and I would also urge the Government that now they are in the Government, they should consider it seriously. Already there are reports, they are setting up a committee to examine the lacuna in the 18th Amendment. I think as a first measure they should take up the issue of the appointment of judges in the superior courts for the sake of judiciary of this country, for the sake of this country itself and for the sake of everybody in this country. Otherwise, Mr. Chairman, I apprehend that we will be proceeding along a slippery ride. Thank you very much.

Mr. Chairman: Thank you, Senator Aitzaz Ahsan *sahib*.

سینیٹر اعتزاز احسن: شکریہ، جناب چیئرمین! I stand here actually to endorse every word of what my learned friend and distinguished senator from KPK has said. جناب چیئرمین! حقیقت یہ ہے کہ ججوں کی تقرری کا جو سلسلہ ہے اور جو طریقہ کار رہا ہے اس کی ایک بڑی طویل تاریخ ہے۔ عالم گیری نظام کے تحت بادشاہ ججوں کو مقرر کرتے تھے اور بادشاہ ہی فیصلہ کرتا تھا کہ کون سا جج کس قسم کے مقدمات کی سماعت کر سکتا ہے اور مجاز ہے۔ بادشاہ جب بھی چاہتا تھا چاہے وہ تیرہ پیسے کا مقدمہ ہو یا چالیس لاکھ کا مقدمہ ہو وہ براہ راست اپنی عدالت میں بھی اس کو لا سکتا تھا۔ کمپنی کی حکومت جب بنگال سے شروع ہوئی تو کمپنی نے جو جج مقرر کرنے شروع کئے ان کے لیے ان کو آزاد منش رکھنے کے لیے کمپنی سے بھی تو patent letters برطانیہ کا بادشاہ جاری کرتا تھا۔ عدالتیں، ہائی کورٹ اور عدالت ہائے عظمیٰ وہ patent letters کے تحت ان کا وجود آنا شروع ہوا۔ خود لاہور ہائی کورٹ، خود سندھ چیف کورٹ، پہلے چیف کورٹ ہوتے تھے بعد میں ہائی کورٹ بن جاتے تھے یہ patent letters کے تحت ان کا وجود ہوا۔ ججوں کی تقرری کے سلسلہ میں انگریز اور تاج برطانیہ کا نظام بڑا واضح اور سادہ سا تھا اور ان کو بادشاہ مقرر کرتا تھا۔ کوئی Parliamentary process نہیں ہوتا تھا، کوئی وزات عظمیٰ یا کابینہ سے ان کی تقرری آرڈر نہیں لینی پڑتی تھی اور یہی نظام 1935 کے Government of India Act میں آگیا۔ اس Act کے بعد جب پاکستان میں 1956 کا آئین آیا، 1962 کا آئین آیا 1963 کا آئین آیا تو صرف ایک وضاحت کی گئی

کہ جج کو جب بھی انتظامیہ یا Executive مقرر کرے گا تو چیف جسٹس کے ساتھ consultation ہو گی، مشاورت ہو گی اور یہ بھی ہوا ایوب خان کے دور میں کہ چیف جسٹس سے پوچھا گیا، چیف جسٹس نے کہا کہ یہ وکیل جج بننے کا اہل نہیں ہے، اس کو جج نہ بنایا جائے دوسرے دن اسی کی notification ہو گئی، جب چیف جسٹس صاحب نے دبی زبان سے کوئی اعتراض کیا تو اس کو کہا گیا کہ حضور آپ سے مشاورت کر لی گئی تھی۔ مشاورت کی گئی تھی، آپ کے مشورے کا صدر یا وزیراعظم پابند نہیں تھا اور آپ سے مشورہ کر لیا گیا تھا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ فلاں وکیل کو جج بنایا جائے کہ نہیں، آپ نے کہا کہ نہیں بنایا جائے ہم نے بنا دیا کیونکہ آئین کا تقاضہ ہے کہ صرف مشاورت کی جائے۔ پاکستان کی عدالتوں نے اس نظام کو تسلیم کر کے سر تسلیم خم رکھا۔

فوجی dictators ایوب خان، یحییٰ خان، ضیاالحق آئے، وہ تسلیم کرتے رہے۔ کسی Chief Justice کے ساتھ مشاورت کا نہ کوئی فوجی dictator پابند ہوا اور نہ ہی کسی وزیراعظم کو پابند سمجھا گیا تاوقتیکہ پاکستان پیپلز پارٹی پر الزام لگانا شروع کر دیا گیا کہ یہ جیالے جج لگا رہے ہیں اور Supreme Court کو یکدم احساس ہوا کہ ہم سے ججوں کے معاملے پر جو مشاورت ہوتی ہے، اس میں حکومت اور انتظامیہ کو پابند کرنا لازمی ہے۔ 1996 میں Supreme Court کے پانچ ججوں کے bench جس کی سربراہی چیف جسٹس سجاد علی شاہ صاحب نے کی، نے فیصلہ دیا اور اس فیصلے میں دو باتیں کیں۔ ایک یہ کہ جو مشاورت چیف جسٹس سے ہو گی وہ meaningful, purposeful and consensus oriented ہو گی اور اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ چیف جسٹس سے حکومت کا مشورہ اس کو اس مشورے پر عمل کرنے کا پابند کرتا ہے۔ 1996 کے مشہور الجہاد ٹرسٹ کیس میں فیصلہ آیا۔ یہ تو طے ہوا کہ انتظامیہ یعنی حکومت اور عدلیہ کے درمیان فوقیت عدلیہ کو ہو گی اور چیف جسٹس جو نام بھیجے گا اس کی حکومت پابند ہو گی ماسوائے اس کے کہ اس کے بارے میں بہت زیادہ چرچا ہو جائے لیکن عدلیہ نے بعد میں اس کے دروازے بھی بند کر دیے۔ جب سے یہ معاملہ شروع ہوا تو ایسے ایسے جج صاحبان مقرر ہونے شروع ہوئے، لگائے جانے لگے، منتخب ہونے شروع ہوئے جو PCO کے بعد PCO پر حلف لینے کو تیار ہو جاتے تھے۔ وہ ایسے system سے آتے کہ جس کو کہا گیا. justice beget justice جج صاحبان نے اپنے رشتہ داروں، اپنے منظور نظر وکلاء، اپنے juniors and associates کو مقرر کرنا شروع کر دیا۔ جب اٹھاہوریں ترمیم آئی تو اس وقت تک ایک فضا بن گئی تھی کہ چیف جسٹس جو نام تجویز کرتے ہیں

یا منتخب کرتے ہیں، وہ نام درست نہیں۔ ان لوگوں میں بنیادی سقم ہوتا ہے اور وہ قانون کی پاسداری اور حکمرانی کرانے کے اہل نہیں ہوتے۔ یہ بات طے ہوئی اور اس دن مانی گئی جب 1981 کا PCO ہوا اور ضیاالحق نے مارچ 1981 میں ججوں سے حلف لیا۔ جتنے جج بچے، وہ جج تھے جنہوں نے آئین کے تحت "to protect, uphold and defend the Constitution" کا حلف اٹھایا تھا اور اس کو زائل، ضائع، رد اور مسترد کر کے ایک نیا حلف لے لیا جو Martial Law کی حکمرانی سے مطابقت رکھتا تھا۔ 2000 میں بھی یہی ہوا کہ جن ججوں نے 1973 کے آئین کے تحت حلف لیے ہوئے تھے، ان کو کہا گیا کہ آپ ملازمت کرنا چاہتے ہیں؟ اس پر جسٹس قیصر خان نے بیگم نصرت بھٹو کے کیس میں ایک بڑا دلچسپ جملہ ادا کیا تھا۔

جب بیگم نصرت بھٹو صاحبہ نے شہید ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی نظر بندی کو Supreme Court میں challenge کیا تو سپریم کورٹ کے تمام جج ستمبر 1981 میں ضیاالحق کے Martial Law کا حلف لے چکے تھے اور چوہدری خالد محمود مرحوم جیسے لاہور ہائیکورٹ کے ججوں نے حلف لینے سے انکار کیا تھا، وہ جج نہ رہے تو سارے کے سارے جج وہ بچے جو پہلے "to protect, uphold and defend the Constitution" کا حلف لے چکے تھے اور انہوں نے ستمبر 1977 میں "to protect, uphold and defend the Laws (Continuance in Force) Order" کا حلف لے لیا۔ اس کے تحت آئین کو معطل کیا گیا تو بیگم نصرت بھٹو صاحبہ کے وکیل یحییٰ بختیار مرحوم نے یہ issue اٹھایا کہ آپ judges نے Martial Law کے تحت حلف لے لیا ہے، اب آپ جج نہیں رہے کیونکہ آپ نے اپنے حلف کی پاسداری نہیں کی۔ آپ نے تو "to protect, uphold and defend the Constitution" حلف لیا تھا، جب Constitution معطل ہوا تو آپ بھی ختم ہو گئے ہیں۔ آپ نے اگر حلف لے لیا ہے تو آپ اب عدالت نہیں ہیں۔ اس پر بڑی لمبی بحث ہوئی، ان فیصلوں میں main judgement چیف جسٹس انوارالحق نے لکھی۔ انہوں نے بیس صفحے لکھے اور دیگر جج صاحبان نے بھی دس، دس، بارہ بارہ صفحات لکھے اور یہ بیان کیا کہ حلف کس طرح جائز تھا۔ انہوں نے لکھا کہ یہ حلف عدالت constitute کرنے والا نہیں ہے، یہ constitutive نہیں ایک administrative, ministerial act ہے، عدالت تو حلف کے بغیر بھی عدالت ہوتی ہے۔ مگر جسٹس قیصر خان نے ایک بڑا خوبصورت جملہ لکھ کر بات ختم کر دی۔ یہ بحث ہو رہی تھی کہ حلف کیوں

لیا، حلف جائز تھا، اس کا جواز کیا تھا۔ انہوں نے لکھا "as far as the oath is concerned, we were told to take the oath or quit, we took the oath" بڑی simple سی بات ہے۔ سو، جن ججوں نے to take the oath or quit and they took the oath انہوں نے اپنے پہلے حلف کی ضد میں نیا حلف اٹھایا ہے۔

اب یہ بات ہوئی کہ چیف جسٹس جن جج صاحبان کو recommend کرتے ہیں اور بالخصوص تین نومبر 2007 کی Emergency Plus کے بعد یہ بات ابھری کہ وہ بھی اچھے لوگ یا اچھے جج نہیں ہوتے، وہ بھی مصلحت اندیش ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اب 18th Amendment میں جو balance create کرنے کی کوشش کی، حکومت کو تو باہر رکھا لیکن میاں رضا ربانی اور ان کے ساتھی جو ترمیم لے کر آئے، اس میں تھوڑا سا American system بیچ میں لائے جو کہ بڑا کامیاب نظام ہے جو Parliamentary insight or Parliamentary oversight on judges ہے۔ امریکہ میں appointment of judges میں Chief Justice کوئی کردار نہیں ہے۔ President کا ہے یا ریاست کا ہو تو Governor اور Parliament کا ہے۔ Parliament کی committee pass یا منظور کرتی ہے۔ میں تو اس وقت ممبر نہیں تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو ممبران تھے انہوں نے اٹھارہویں ترمیم بڑی نیک دلی کے ساتھ pass or adopt کی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ Parliament and Judiciary میں ایک توازن پیدا ہو جائے۔ Executive کو باہر رکھا جائے، executive محکوم ججوں کو لانا چاہتی ہے۔ Judiciary اچھے judges nominate کرے گی، پارلیمنٹ اس کو pass کرے گی۔ جو Judicial Commission or Parliamentary Committee میں نامنظور ہو گا، وہ رہ جائے گا اور جج نہیں آئے گا لیکن ہماری عدلیہ نے اٹھارہویں ترمیم کے معنی کچھ اور نکال لیے اور پھر 1996 میں judges case, Al-Jehad Trust Case میں اس کو برقرار رکھنے اور جلا بخشنے کی کوشش کی اور ایسے ججوں کے نام بھی تجویز ہوئے جن وکلاء نے ایک پیسا انکم ٹیکس کا نہیں دیا ہوا تھا، سندھ ہائی کورٹ میں جن کے NTN number ہی نہیں تھے۔ جب پارلیمانی کمیٹی نے ان کے ناموں کو مسترد کیا تو اسے جوڈیشل کمیٹی کمیشن کے دائرے سے نکال کر province میں لے گئے، عدالتی احاطے میں لے کر ایک رٹ کروا کے اور پارلیمانی کمیٹی کے فیصلے کی نفی کر دی گئی۔ میں تو خود ممبر رہا ہوں، راجہ صاحب بھی ممبر ہیں اور قائد ایوان راجہ صاحب جانتے ہیں

کہ میں کتنا معترض ہوتا تھا اور میں اس بے بسی کے عالم میں اس پارلیمانی کمیٹی جس کا کوئی اختیار نہ ہو، جو ربڑ سٹیمپ ہو، جو چودہ دن کے اندر فیصلہ نہ کرسکے تو deemed judges, judge deem ہو جائے۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور مجھے یہ دفتر ملا، جس میں، میں آج موجود ہوں۔ میں نے رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو پارلیمانی کمیٹی سے ہٹا لیا کیونکہ میں اس سسٹم میں نہیں چل سکتا تھا کہ پھر judges begetting judges, judges making judges یہ پھر وہی ہو رہا ہے کہ جج صاحبان کے منظور نظر یا ان کے رشتہ دار لگنا شروع ہوگئے اور جوڈیشل کمیٹی بالکل بے ضرر اور اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے کسی کام کی نہیں ہے۔اس میں ، میں ایک اور بات کرتا جاؤں کہ ستم ظریفی یہ ہے کہ meaningful consultation کے لفظ کو meaningful purposeful consensus oriented اور subject to the opinion and recommendation of the Chief Justice عدالتوں میں تو بنا دیا۔

اسی consultation کے لفظ کو جب چیئرمین نیب کے لیے گیا تو چیئرمین نیب جو پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے لگائے ان دونوں کو ہٹایا گیا اس وقت کے Leader of the Opposition in the National Assembly کے اعتراض پر جو آج پاکستان کے محترم وزیرداخلہ ہیں۔ جسٹس دیدار حسین شاہ، چیف جسٹس سندھ ہائی کورٹ رہ چکے تھے وہ سپریم کورٹ کے جج رہ چکے تھےان کو ہٹایا گیا۔ایڈمرل فصیح بخاری جس نے استعفیٰ دے دیا تھا from the office of THE Navel Chief جب پرویز مشرف نے ان کو supersede کیا ان کو بھی ہٹا دیا کیونکہ قائد حزب اختلاف قومی اسمبلی میں معترض تھے اور کہا گیا کہ consultation ٹھیک نہیں ہوئی ۔ آج consultation ٹھیک ہوئی ہےاس سے زیادہ meaningful, purposeful consultation میں سمجھتا ہوں اور کیا ہوگی جو جناب خورشید شاہ صاحب اور وزیراعظم پاکستان کے درمیان ہوئی ہے ۔ اتنی کھینچا تانی ہوئی ہے ، اتنے نام آئے ہیں ، اتنے نام ان کے آگے سے گزرے ہیں اور آج لوگ پٹیشنز کر رہے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں۔ آئین کے مطابق اگر چلنا چاہتے ہیں تو meaningful and purposeful consensus oriented consultation ہوچکی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں جناب چیئرمین! کہ بات یہی ہے کہ پارلیمنٹ کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔عدلیہ آئین کے تابع ہے ، عدلیہ کا ہر جج حلف اٹھاتا ہے to protect uphold and defend the Constitution. عدلیہ ماورائے

آئین نہیں ہے اور اگر عدلیہ ماورائے آئین ہو رہی ہو تو ایک مناسب طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پارلیمان اس معاملے پر بحث کرے اور اگر ضرورت پڑے تو سسٹم کو یا اس judgment کو رد کرے اور Parliament Constitutional Amendment لے کر آئے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر اعتزاز احسن: میں سمجھتا ہوں کہ یہ judgments اس وقت آئی ہیں حال میں جن کے تحت پارلیمانی کمیٹی کو جوڈیشل کمیشن کے ماتحت کردیا گیا ہے۔ یہ پارلیمانی کمیٹی دو ایوانوں کی بنی ہوئی کمیٹی ہے جس طرح فرحت اللہ بابر صاحب فرما رہے تھے اور اس کی تشکیل کے متعلق انہوں نے پورا بیان کیا۔ یہ پارلیمانی کمیٹی کوئی مظلوم ، بے زبان کمیٹی نہیں ہے۔ ہمارا مقصد ان ایوانوں کا مقصد ، میں گو کہ اس ایوان میں اس وقت نہیں تھا لیکن ان ایوانوں کا مقصد یہ نہیں تھا کہ سارا معاملہ، پتھر وہیں کا وہیں رہے اور پتھر ہلے ناں۔ پتھر کو ہلانا مقصود تھا۔ عدلیہ کی تجاویز کو سنجیدگی سے لینا مقصود تھا لیکن آئین اور پارلیمانی کمیٹی کے تحت عدلیہ کی تجاویز کو اور جوڈیشل کمیشن کی تجاویز کو حتمی نہیں سمجھا جا رہا تھا۔ ہمارے ہاں ، ہم سمجھتے ہیں کہ پارلیمان sovereign ہے، پارلیمان میں اقتدار اعلیٰ ہے۔ عدلیہ سمجھتی ہے کہ عدلیہ sovereign ہے کیونکہ وہ---

جناب چیئرمین: اعتزاز صاحب conclude کرلیں۔

سینیٹر اعتزاز احسن: عدلیہ سمجھتی ہے کہ وہ sovereign ہے کیونکہ وہ آئین کی تفصیل بتا سکتی ہے، تشریح کرسکتی ہے۔ ہم کہتے ہیں آئین ساز ادارے ہم ہیں ، اس لیے ہم sovereign ہیں لیکن عدلیہ ہر بار ان ہی اصولوں پر sovereign بننے کی کوشش کرتی ہے جن اصولوں کے تابع اس کو ہونا چاہیے اور اگر ہمارے پاس sovereignty آئے تو سمجھتی ہے کہ ہم کوئی usurp کر رہے ہیں، ہم غاصب ہیں یہ تو وہی بات ہے کہ

جو تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی

وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

شکریہ جناب چیئرمین۔

we will continue this on next جناب چیئرمین: شکریہ، رضا صاحب کیا kindly see if you would like اس میں ایک بات ہے کہ Private Members Day جنہوں نے یہ to see because you are the Chairman of that Committee In case the majority doesn't confirm a judge and کی ہیں amendments the time frame is given fourteen days that is a situation when the committee doesn't hold meeting within fourteen days but the requirement probably under the constitution is that the confirmation یہ دو چیزیں ہیں اس کو should be by majority of the Committee members. اس کو secondly کو ذرا دیکھ لیں اور Article 175 sub clause 12

kindly examine it that when this judgment came when the committee did not confirm 6 to 8 judges the matter went to the Supreme Court by two petitions, whether that judgment was ever discussed in the any of the House of the Parliament. I don't think that were discussed as you have suggested right now. We will continue this discussion on the next private members day because today we have got guests from the China and there is a diner in their honour. So, the House stands adjourned to meet again on Tuesday, 29th October, 2013 at 10.30 a.m.

{The House then was adjourned to meet on Tuesday, 29th October, 2013 at 10.30 a.m.}